تحقیق و تنقید

معین الدین فراہی ہروی کی تفسیرِ سورۂ یوسف

پروفیسر کبیر احمد جائسی

معین الدین فراہی ہروی کی تفسیری کاوشوں کا ایک اور نمونہ جو ہم تک پہونچا ہے وہ سورۂ یوسف کی تفسیر[۱] ہے جس کو ایک ایرانی ادیب و دانشور ڈاکٹر سید جعفر سجّادی نے مختلف مخطوطات کے تقابلی مطالعے کے ذریعے مرتب کرکے ۱۳۴۶ھش (۱۹۶۷ء) میں موسسۂ انتشارات امیرکبیر تہران سے شائع کروایا ہے۔ اس کا تیسرا ایڈیشن جو ۱۳۶۴ھش میں (۱۹۸۵ء) منظرِ عام پر آیا تھا وہ میرے پیشِ نظر ہے اور اس مطالعے میں تفسیر سورۂ یوسف کے جو بھی اقتباسات نقل ہوں گے وہ اسی ایڈیشن کے ہوں گے۔ ڈاکٹر سید جعفر سجادی نے تفسیر کے متن کو مرتّب کرنے میں جو محنت اور دیدہ ریزی کی ہے وہ ان کے تحریر کردہ "شرحِ حالِ مؤلف" میں قطعاً نظر نہیں آتی۔ علاوہ بریں خود اس تفسیر کے سلسلے میں انھوں نے جو اظہارِ خیال کیا ہے وہ انتہائی سرسری اور غیر تحقیقی ہے۔ یہ دیکھ کر اور بھی افسوس ہوا کہ معین الدین فراہی ہروی کی زندگی اور علمی کاموں پر جتنا مواد دو ہندوستانی محقّقوں ڈاکٹر حافظ محمود خاں شیرانی اور پروفیسر محمد ابراہیم ڈار نے فارسی مآخذ کی مدد سے یکجا کر دیا ہے اُس سے ڈاکٹر سید جعفر سجادی جیسے ایرانی دانشور و ادیب بھی یکسر ناواقف ہیں۔ اگر وہ مذکورہ دونوں حضرات کے مقالوں سے آگاہ ہوتے تو معین الدین فراہی ہروی کی زندگی اور علمی خدمات سے ایرانی حضرات کو بہتر انداز سے واقف کرا سکتے تھے۔

ڈاکٹر سید جعفر سجادی نے 'شرحِ حالِ مؤلف' کے عنوان سے جو معلومات بہم پہونچائی

---

[۱] سلسلے کے لیے ملاحظہ ہو تحقیقات اسلامی ج ۱۹ ش ۱، جنوری - مارچ ۲۰۰۰ء

ہیں اُن میں دو باتیں ایسی ہیں جو ہم کو الجھن میں ڈال رہی ہیں، اول تو یہ کہ انھوں نے تحریر فرمایا ہے کہ معین الدین فراہی ہروی نے اس کتاب کے مقدمے میں یہ کہا ہے :

"دوستان از من خواہش کردند کہ تفسیر کاملی بر قرآن کریم بنگاریم و این بندہ درمقام اجابت مسؤول آنہا شروع بدین کار مہم کردم لکن چنین مقرر شد کہ ابتداء جہت اہل ذوق و عرفان سورۂ یوسف را جداگانہ تفسیر و برشتۂ تحریر درآورم و سپس قصۂ موسیٰ را و ...."

(میرے دوستوں نے مجھ سے خواہش کی کہ میں قرآن کی مفصل تفسیر لکھوں، اس بندے نے اُن لوگوں کی خواہش قبول کرتے ہوئے اس اہم کام کو شروع کیا لیکن قرار یہ پایا کہ اہلِ ذوق و عرفان کی ضیافتِ طبع کے لیے پہلے سورۂ یوسف کی الگ سے تفسیر لکھوں، اس کے بعد قصۂ موسیٰ (علیہ السلام) کو اور ....)

ڈاکٹر سید جعفر سجادی نے جو "مقدمۂ مصنف" اپنی مرتب کردہ تفسیر سورۂ یوسف میں شائع کیا ہے اُس کے متن میں درج بالا جملے نہیں ہیں۔ معلوم نہیں ڈاکٹر سید جعفر سجادی نے یہ جملے کس جگہ سے نقل کیے ہیں۔ ہم آئندہ مناسب مقام پر معین الدین فراہی ہروی کے پورے بیان کو مع ترجمہ نقل کریں گے جس سے ہماری بات کی صداقت کا اندازہ لگایا جا سکے گا۔ ڈاکٹر سید جعفر سجادی کا دوسرا بیان جو میرے خلجانِ طبع کا سبب بنا ہوا ہے وہ یہ ہے :

"از تفسیر بزرگ وی جز قسمتی (از اول سورۂ الملک تا آخر قرآن) چیزی در دست نیست"

(ان کی مفصل تفسیر میں سے سوائے ایک حصے کے (سورۂ ملک کی ابتدا سے ختمِ قرآن تک) کوئی چیز ہماری دسترس میں نہیں ہے۔)

اس بیان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معین الدین فراہی ہروی نے انتیسویں اور تیسویں پاروں کی بھی تفسیر لکھی ہے جو محفوظ ہے۔ اب اگر تمام بیانات کو یک جا کیا جائے تو صورتِ حال یہ نظر آتی ہے کہ معین الدین فراہی ہروی کے ایک قول کے مطابق انھوں نے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی تفسیر لکھی تھی پھر دوستوں کے اصرار پر سورۂ آل عمران کی تفسیر

لکھنے کے بجائے انھوں نے سورۂ یوسف کی تفسیر لکھی جو آج مطبوعہ شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ جس "قصۂ موسیٰ" کا انھوں نے سورۂ یوسف کی تفسیر لکھنے کے بعد رشتۂ تحریر میں لانے کا عزم ظاہر کیا ہے وہ "قصہ" بھی 'اعجازِ موسوی' کے نام سے مطبوعہ شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے لیکن نہ تو سورۂ بقرہ کی تفسیر کا کہیں نام و نشان ملتا ہے اور نہ ڈاکٹر سید جعفر سجّادی کے بیان کردہ پاروں کی تفسیر ہی کا۔ ڈاکٹر سید جعفر سجّادی نے اِس بات کا ذکر بھی نہیں کیا ہے کہ اُن کو اِن پاروں کی تفسیر کا علم کہاں سے ہوا، کیا اِس کا کوئی مخطوطہ اُن کی نظروں سے گزرا ہے یا انھوں نے اپنے کسی پیش رَو کی تحریر کی بنا پر یہ بیان دیا ہے۔ اِن باتوں کا جواب اُن کی تحریر سے فراہم نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں جن بزرگوں نے معین الدین فراہی ہروی کی تصانیف پر کام کیا ہے اُن میں سے کسی ایک نے بھی سورۂ ملک سے ختمِ قرآن تک کی معین الدین فراہی ہروی کی کسی تفسیر کا ذکر نہیں کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان کی حد تک اس تفسیر کا شاید کوئی وجود نہیں ہے، رہی ایران کی بات سو اِس سلسلے میں فی الحال ہم کچھ کہنے سے قاصر ہیں۔

ابھی تک ہم نے جو باتیں عرض کی ہیں اس سے یہ مطلب نہ نکالا جائے کہ ہم ڈاکٹر سید جعفر سجّادی کی دیدہ ریزی اور عمق نگاہی کی تخفیف کر رہے ہیں۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ انھوں نے تفسیرِ یوسف کا متن بڑی ہی محنت اور ژرف نگاہی سے مرتّب کیا ہے اور ایک ایک لفظ کی تصحیح میں خاصی دماغ سوزی کی ہے۔ علاوہ بر ایں انھوں نے 'شرحِ حالِ مولف' کے ضمن میں "عہدِ عتیق و قصۂ حضرت یوسف" کا ایک عنوان قائم کر کے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے خانوادے کے بارے میں توریت میں جو کچھ محفوظ رہ گیا ہے اُس کا خلاصہ فارسی زبان میں اِس طرح کر دیا ہے کہ ہر بات واضح و روشن ہو گئی ہے۔ اِسی سلسلۂ سخن میں انھوں نے اِس امر کی بھی نشاندہی کی ہے کہ اِس ذیل میں توریت میں مردوں اور خواتین کے جو نام آئے ہیں ان میں اور ہمارے تفسیری ذخیرے کے ناموں میں خاصا فرق و اختلاف ہے۔ ڈاکٹر سید جعفر سجادی کی اس کاوش سے وہ مواد جو توریت میں مختلف جگہوں پر بکھرا ہوا تھا یکجا ہو گیا ہے جس سے 'احسن القصص' کے بارے میں اسرائیلی روایات کو سمجھنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔

معین الدین فراہی ہروی کی تفسیر سورۂ یوسف کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ

'اسرارالفاتحہ' کے برعکس یہ خالص فارسی تحریر کا نمونہ ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ معین الدین فراہی ہروی کو دو دو طرزِ بیان پر دسترس حاصل تھی، ایک کا نمونہ 'اسرارالفاتحہ' ہے اور دوسرے کا یہ تفسیر۔ اِس تفسیر میں بھی انھوں نے فارسی اشعار خاصی تعداد میں نقل کیے ہیں جن میں سے زیادہ تر خود ان کے ہیں جو خواجہ معین الدین چشتیؒ سے منسوب ہو گئے تھے۔ معدودے چند ایسے بھی اشعار ہیں جو فارسی کے دوسرے معروف شعرا کے ہیں۔ اس بات کی یاددہانی شاید بے محل نہ ہو کہ سورۂ یوسف میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں، ان ایک سو گیارہ آیتوں کی تفسیر معین الدین نے ۲۳×۶½ سنٹی میٹر سائز کے آٹھ سو تین صفحات میں تحریر کی ہے، اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس تفسیر میں انھوں نے عقلی اور نقلی علوم سے واقفیت کے کیسے کیسے مظاہرے کیے ہوں گے۔ ان چند بنیادی توضیحات کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

معین الدین فراہی ہروی نے تفسیر سورۂ یوسف کے شروع میں جو مختصر سا بلاعنوان مقدمہ، پیش گفتار یا حرفِ آغاز تحریر کیا ہے اس کی ابتدا تسمیہ سے ہوتی ہے بعد ازاں عربی میں دعا، حمد اور نعت کے بعد فارسی کی درج ذیل عبارت اِس تفسیر کے سببِ تحریر پہ روشنی ڈالتی ہے:

"ہمی گوید بندۂ ضعیف مسکین معین الدین غفراللہ تعالیٰ ذنوبہ وستر عیوبہ کہ مدتی است مدید وعہدیست بعید کہ تسوید سورۂ یوسف علیہ السلام با حلِ الفاظ ومعانی وتفسیرِ کلمات ومبانی آن، باتحقیقاتِ اربابِ تحقیق ولطائف و اشارات اصحابِ تدقیق کہ درآن سورہ بنظر این فقیر حقیر رسیدہ بود برطبق مجالس تذکیر مرقوم رقم کلکِ بیان گشتہ، ہموارہ خاطر متوجہ تبیض این می بود تا در تفسیر حدایق الحقائق کہ روضہ ایست پُر از ہار وشقائق از مکمن بطون، بدامن ظہور بیرون خرامیدن گرفت وسورۂ فاتحہ تا سورۂ البقرہ در دفتری محرر مقرر گشتہ بعد ازان کہ عنان مرکب بیان برصورت سورۂ آل عمران متوجہ شد جمعی از دوستان ربانی کہ مائل بہ مطالعۂ قصص قرآنی بودند بدین فقیر التفات نمودہ واستدعای تقدیم سورۂ یوسف بر سورۂ آل عمران فرمودند بنا بر آنکہ توفیقِ الٰہی عزوجل رفیق گشتہ اتمام این سورہ میسر گردد وامداد واعانتِ

خداوندی جل وعلا شفقت نماید باز بہ ترتیب معہود مرقوم نمودہ از آلِ عمران تا بہ این سورہ مفسر گشتہ در سلک تحریر منخرط گردد واین نیز دفتری نیک باشد از دفاتر دریا، متقاطر تفسیر حدائق الحقائق فی کشف الاسرار الدقائق واسال اللہ سبحانہ وتعالیٰ التوفیق باتمامہ فانہ المأمول با فضالہ وانعامہ۔

(بندۂ ضعیف مسکین، معین الدین، اللہ اس کے گناہوں کی مغفرت فرمائے اور عیبوں کی پردہ پوشی کرے، یہ عرض کرتا ہے کہ بہت زمانہ گذرا کہ سورۂ یوسف علیہ السلام کے الفاظ اور معانی کے حل، کلمات اور اس کے بیانات کی تفسیر، اربابِ تحقیق کی تحقیقات اور اصحابِ تدقیق کے اشارات جو کچھ کہ اس فقیر کی نظر سے گذرے تھے، تذکیر کی مجلسوں کے وضع پر تسوید (کچا مسودہ لکھنا) کی گئی تھی اور ہمیشہ جی چاہتا تھا کہ اس کی تبییض (پکا مسودہ final draft) ہو جائے۔ یہاں تک کہ تفسیر حدائق الحقائق جو کہ پھولوں اور غنچوں سے بھرا ایک باغ ہے، امکان کے بطن سے ظہور کے حفاظت خانے کی طرف اٹھکھیلیاں کرنے لگا اور سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۂ بقرہ تک لکھ اور متعین کر لیا گیا۔ اس کے بعد جب بیان کی سواری کی لگام سورہ آلِ عمران کی صورت کی طرف متوجہ ہوئی ان تمام "دوستانِ ربّانی" نے جن کی طبیعت قصص قرآنی کے مطالعے کی طرف مائل تھی، اس فقیر سے درخواست کی کہ سورۂ یوسف کو سورۂ آلِ عمران پر مقدّم رکھا جائے۔ چونکہ توفیقِ الٰہی عزّ وجل شامل ہوئی اس سورہ کی تفسیر کا) اتمام میسر ہوا۔ بزرگ و برتر اللہ کی شفقت اور امداد، اعانت فرمائے کہ پھر سے اپنے عہد کے مطابق سورہ آلِ عمران سے لے کر اس سورہ تک کی تفسیر لکھی جائے جو تحریر کا جامہ پہنے اور یہ بھی حدائق الحقائق فی کشف الاسرار الدقائق کے چھلکتے ہوئے دریائے تفسیر کے مفید دفتروں میں سے ایک دفتر ہو۔ میں اللہ سبحانہ تعالیٰ سے اس کی توفیق اور تکمیل کا سوال کرتا ہوں اس لیے کہ اس کے فضل و انعام سے ایسی ہی امید رکھی جاتی ہے)

معین الدین فراہی ہروی کی درج بالا تحریر سے ہماری اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ڈاکٹر سجادی نے معین الدین کا جو بیان (دوستان از من خواہش کردند الخ) شرح حال مؤلف' میں نقل کیا ہے وہ خود اُن کے مرتب کردہ متن میں نہیں ہے۔ ہمارے سامنے معین الدین فراہی کے جو بھی مطبوعہ متون ہیں اُن میں سے کسی میں بھی اِس بیان کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ خدا جانے ڈاکٹر سید سجادی نے درج بالا بیان کہاں سے نقل کیا ہے۔ اس بیان کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ امر تو معلوم ہی ہے کہ معین الدین فراہی ہروی پورے کلام پاک کی تفسیر لکھنا چاہتے تھے اُنہی کے قول کے مطابق انھوں نے سلسلہ وار تفسیر لکھنی شروع کی اور سورۂ فاتحہ و بقرہ کی تفسیر کی تکمیل کے بعد دوستوں کی فرمائش پر انھوں نے بجائے سورۂ آل عمران کی تفسیر لکھنے کے سورۂ یوسف کی تفسیر لکھی۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر کا اب کہیں نام ونشان نہیں ملتا صرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر 'اسرار الفاتحہ' کے نام سے اور سورۂ یوسف کی تفسیر ہمارے سامنے مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔ 'اسرار الفاتحہ' کے مطالعہ میں یہ بات بخوبی واضح کر دی گئی ہے کہ معین الدین فراہی ہروی بات سے بات نکالنے میں ماہر ہیں اور اُن کے سینے میں جتنا بھی علم ہے اُس کو وہ اپنی تحریروں میں اس طرح منتقل کر دیتے ہیں کہ بات کہیں سے کہیں جا پہونچتی ہے اور ایک سرے کو دوسرے سے ملانا مشکل ہو جاتا ہے۔ تفسیر سورۂ یوسف میں بھی اُن کی یہی روش باقی ہے جس کی وجہ سے اُن کے بیان کردہ تفسیری نکات کو پیش کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ اُن کے ایک "مختصر" اقتباس سے اپنے مطالعۂ تفسیر سورۂ یوسف کا آغاز کریں۔ انھوں نے "بیانِ قصۂ برادران وسبب غصۂ ایشان و استدعا نمودن از پدر و اجازت دادن پدر وی" کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

> "علمائے تاریخ در کتب عالی شمار تیغ خود چنین ایراد فرمودہ اند کہ چون محبت پدر بہ نسبت بہ یوسف برادران را بہ تحقیق پیوست وسبب این معرفت ابتدا آن بود کہ یعقوب رعایت جانب یوسف مرعی داشت واو را بہ سہ چیز کہ اشرف اشیا موروثۂ آبا و اجداد نبوت شعار، فتوت آثار بود، اختصاص فرمودہ بود یک کمربند اسحٰق، دیگر پیراہن ابراہیم، دیگر قضیبی بود از خیزران بہشت، و واقعۂ کمربند اسحٰق چنان بود کہ بہ میراث بہ عمۂ

یوسف رسیدہ بود، وبجہت آن کمربند باقی اولاد مرخواہر را عزیز ومکرم می داشتند، وہر کجا دردمندی ومعلولی بود بہ آن کمربند برکت جستہ از علل شفا می یافت واین کمربند بعد از وفات عمہ، بہ یوسف تعلق گرفتہ بود چنانکہ درصدر کتاب با واقعۂ عصا وکیفیت آوردن از بہشت برای یعقوب باسم یوسف سمت گذارش یافتہ۔"

(مورخین نے اپنی تاریخ کی بلند پایہ کتابوں میں اس طرح لکھا ہے کہ یوسف کے بھائیوں پر جب اپنے والد کی یوسف سے محبت متحقق ہوگئی اور اس علم کا اولین سبب یہ تھا کہ یعقوب، یوسف کی جانب رعایت کو روا رکھتے ہیں کہ یعقوب نے ان تین چیزوں کو جو کہ اُن کے آباء واجداد کے آثارِ نبوت کی عالی ترین چیزیں تھیں (یوسف کے لیے) مخصوص کر رکھی تھیں (اُن میں سے) ایک اسحٰقؑ کی کمر کا پٹکا تھا، دوسری چیز ابراہیمؑ کا کرتا اور تیسری جنت کے بید کی ایک کمان۔ اسحٰق کی کمر کے پٹکے کا واقعہ یوں تھا کہ (تقسیمِ میراث کے وقت) وہ یوسف کی پھوپھی کو ورثہ میں ملا تھا اور اِسی کی وجہ سے (اسحٰقؑ کی) باقی اولادیں اپنی بہن کی تعظیم وتکریم کرتیں۔ جہاں کوئی پریشان یا کسی مرض میں گرفتار ہوتا اُس سے برکت حاصل کر کے بیماری سے شفا پاتا۔ پھوپھی کے انتقال کے بعد یہ پٹکا یوسفؑ کو ملا تھا جیسا کہ اِس کتاب کے شروع میں واقعۂ عصا اور اُس کے جنت سے یوسفؑ کے نام سے یعقوبؑ کے لیے لائے جانے کے ضمن میں عرض کیا جا چکا ہے)

"قصۂ پیراہن چنان بود کہ چون ابراہیم را برہنہ کردہ در آتش می انداختند جبرئیل بہ فرمان رب جلیل پیراہنی از بہشت آوردہ خلیل پوشانیدہ بود تا بہ سبب آن پیرہن از آن وآسیب آن محفوظ ماند"

(پیرہن کا قصہ یہ تھا کہ جب ابراہیمؑ کو بے لباس کر کے لوگ آگ میں ڈال رہے تھے، اللہ کے حکم سے جبرئیل نے جنت سے ایک کرتا لا کر خلیل کو پہنایا تھا تا کہ اس پیراہن کی وجہ سے آگ اور آگ کے نقصان سے

محفوظ رہیں)

"نقلست: کہ روز عید بود و اولادِ یعقوبؑ جامہ ہای جدید پوشیدہ بودند و عزیمت عید گاہ کردہ، یوسف پیش پدر آمد، و جامۂ نو استدعا نمود، یعقوبؑ فرمود پیراہن جدّ خویش کہ تفاخر و مباہات این خاندان بہ آنست تفویض بتو نمایم در پیش، و کمر بند پدر، اسحٰقؑ کہ خواہرم بہ کمالِ اشفاق بہ تو مُسلّم داشتہ بر میان بند، و عصائی کہ جبرئیل از خیزران بہشت برای من ہدیہ آوردہ است در دست گرفتہ، بعید گاہ خرام، تا بہ ہمہ چیز تفوق تو بر دیگران مُعیّن و محقق گردد۔"

(نقل ہے کہ: عید کا دن تھا، یعقوبؑ کے بیٹوں نے نئے نئے لباس پہن رکھے تھے اور عید گاہ جانے کو تیار تھے۔ یوسفؑ اپنے والد کے پاس آئے اور اُن سے نئے لباس کی درخواست کی۔ یعقوبؑ نے فرمایا، میرے دادا کا پیراہن جس سے کہ اِس خاندان کو فخر و مباہات حاصل ہے میں تم کو دیتا ہوں، اس کو پہن لو اور میرے والد اسحٰقؑ کا پٹکا جس کو کہ میری بہن نے اپنی شفقت کی بنا پر تم کو دیا ہے کمر پر باندھ لو اور وہ جنت کے بید کا عصا جس کو جبرئیل میرے لیے بطور تحفہ لائے تھے ہاتھ میں لو (پھر) عید گاہ جاؤ تاکہ تمام چیزوں میں تمہاری برتری مُسلّم اور محقق ہو جائے۔")

"گویند کہ چون برادران یوسف را بدان زیب و زینت آراستہ دیدند بہ این علامت، محبتِ پدر بہ نسبت بہ لپسر معلوم کردند و روز بروز اسباب و علامات، یقین بر یقین می افزود تا خواب یوسف و تعبیر پدر مقوّی آن آمدہ و در تدبیر امور افتراق وی از پدر با یکدیگر مشورت نمودہ بہ دلالتِ شیطانِ گمراہ بہ افگندن یوسف در چاہ جزم کردند، آن گاہ بہ خدمت پدر شتافتند و معروض رای پدرِ بزرگوار گردانیدند، کہ ای پدر در کار یوسف چرا با ما بد گمانی بری، و حال آن کہ محبت ما زیادہ از آنست کہ شروع گردد و چون در این امر تامل فرمائی، و صدق این مقال بر ضمیر منیرت ظاہر

لائق گردد، اکنون ما را چنین برادری باشد بحسنِ صورت آراستہ و بہ صفای سریرت پیراستہ و بہ سنّ دوازدہ سالگی رسیدہ و نخل قامتش بر کنار جویبارِ نضارت قد کشیدہ، و ہنوز از کنار پدر از حجرہ بدر نیامدہ و طریقِ زندگانی بر ابنای روزگار رندانہ و گرم و سرد جہان ندیدہ و فردا چون بزرگ شود در میانِ مردم متوحش باشد، و بہ جبانت و عدم متانت، در روزگار از کار فرو ماند، اکنون اورا با ما بہ صحرا بیرون فرست تا با ما بجرِ اگاہِ گوسفندان آید و بازی کند و بہ تماشا و گشت صحرا نشاط بیفزاید و ما او را نگاہبان و دوستان باشیم و ساعتی او را بی حافظ و رقیب نگذاریم"

(لوگ کہتے ہیں کہ جب بھائیوں نے یوسف کو اس زیب و زینت سے آراستہ دیکھا تو اس علامت سے اُن کو بیٹے کے لیے باپ کی (غیر معمولی) محبت کا علم ہوا، روز بروز دوسری دوسری علامتیں اور اسباب اُن کے اس یقین کو پختہ سے پختہ تر کرتے گئے، یہاں تک کہ یوسف کے خواب اور والد کی اُس خواب کی تعبیر نے اُن کے یقین کو اور قوی کر دیا اور وہ لوگ اُن کی والد سے جدائی کی تدبیر کرنے میں ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگے اور گم کردہ راہ شیطان کی (سجھائی) تدبیر پر یوسف کو کنوئیں میں ڈالنے کا پختہ ارادہ کر لیا، اس وقت دوڑے ہوئے اپنے والد کی خدمت میں گئے اور اپنے والدِ بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا کہ اے والد صاحب یوسف کے سلسلے میں آپ ہم سے بدگمان کیوں ہیں حالانکہ ہماری محبت اُس سے زیادہ ہے جو کہ ظاہر[1] ہوتی ہے، جب آپ اس سلسلے میں غور فرمائیں گے تو آپ کے روشن ضمیر پر اس بات کی سچائی ظاہر اور واضح ہو جائے گی کہ اب بھی ہمارا ایک ایسا بھائی ہے جو صورت کے حُسن سے آراستہ اور باطن کی پاکیزگی سے پیراستہ ہے، بارہ سال کی عمر کو پہونچ چکا ہے اور اُس کے قامت کا نخل تازگی کی نہر کے کنارے پلا بڑھا ہے، وہ اب بھی والد کے پہلو سے جدا ہو کر حجرے کے دروازے کے باہر تک نہیں آیا ہے اور اپنے زمانے

[1] متن میں لفظ "تروع" ہے جس کا محل یہاں سمجھ میں نہ آسکا۔

کے لوگوں کے طریقِ زندگی سے ناواقف ہے اور اس نے دنیا کا گرم و سرد نہیں دیکھا ہے، کل جب کہ وہ بڑا ہو جائے گا لوگوں کے درمیان وحشت زدہ رہے گا۔ کم ہمتی کے ہونے اور متانت کے نہ ہونے کی وجہ سے کسی کام کا نہ ہوگا۔ اب آپ اُس کو ہمارے ساتھ باہر جنگل میں بھیجئے تاکہ وہ ہمارے ساتھ بھیڑوں کی چراگاہ میں آئے، کھیلے کودے، جنگل کو دیکھ کر اور اس میں گھوم پھر کر خوشی کو دوبالا کرے ہم اُس کے دوست او رنگہبان رہیں گے اور ایک لمحے کے لیے بھی اُس کو کسی نگراں اور محافظ کے بغیر نہ چھوڑیں گے)

"حق تعالیٰ ازین حال و ترتیبِ مقال ایشان خبر می فرماید "قَالُوا یَا اَبَانَا مَالَکَ لَا تَامَنَّا عَلٰی یُوسُفَ" گفتند ای پدرِ ما، چیست ترا کہ ما را استوار نمی داری بر یوسف و بر ما امین نمی باشی در کار او۔ و "اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ" و بدرستی وراستی کہ ما او را ہر آئنہ نیک خواہانیم "اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ" بفرست یوسف را فردا با ما تا مواشی خود بچرانیم و بازی ونشاط کنیم "وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" و بدرستی وراستی کہ ما او را نگاہ بانیم"

(اللہ تعالیٰ اُن کے اس حال اور اُن کی باتوں کی ترتیب کے بارے میں یوں خبر دیتے ہیں "انھوں نے کہا کہ اے ہمارے والد آپ کیوں یوسف کے بارے میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے اور ہماری طرف سے مطمئن نہیں ہیں" "حقیقت یہ ہے کہ ہم ہر طرح سے اس کے نیک خواہ ہیں" "کل یوسف کو ہمارے ساتھ بھیجئے تاکہ ہم اپنے مویشی بھی چرائیں اور کھیلیں کودیں بھی" "یقیناً ہم اُس کے نگہبان ہیں[1]"

"بعد از آن کہ فرزندان از حضرت یعقوب التماس نمودند کہ یوسف را ہمراہ ایشان بصحرا فرستد، یعقوب در جواب ایشان فرمود "قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ" بہ درستی وراستی کہ مرا اندوہگین می دارد این کہ شما

---

[1] تمام آیتوں کے ترجمے معین الدین فراہی ہروی کے فارسی ترجمے کے مطابق ہیں۔

یوسف را ببرید" وَاَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ" ومی ترسم کہ او را گرگ بخورد "وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ" وشما از او غافل باشید۔" قَالُوْا لَئِنْ اَکَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ" فرزندان در جواب پدر گفتند اگر گرگ یوسف را بخورد و ما دہ تن باشیم بدرستی وراستی کہ ما آن ہنگام از جملۂ زیاں کاران باشیم"

(اس کے بعد جب کہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں نے یوسف کو اُن کے ہمراہ جنگل میں بھیجنے کی درخواست کی، یعقوبؑ نے ان لوگوں کے جواب میں فرمایا" حقیقتاً یہ بات مجھ کو دکھی کرتی ہے کہ تم لوگ یوسف کو لے جاؤ" " اور اس کو بھیڑیا کھالے" "اور تم لوگ اُس سے غافل رہو" بیٹوں نے باپ کے جواب میں کہا اگر ہم دس لوگوں کے ہوتے بھیڑیا یوسفؑ کو کھالے تو ہم یقیناً خطا کاروں میں ہوں گے۔"[1]

درج بالا طول طویل عبارت پر اگر تنقیدی نظر ڈالی جائے تو بہت سے سوالات ابھر کر سامنے آتے ہیں جن سب کا یہاں ذکر قارئین کے لیے بے سود اور اکتا دینے والا ہوگا اس لیے ہم صرف چند ناگزیر سوالات کی طرف ہی اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ معین الدین فراہی ہروی نے "آثار نبوت" کا جو قصہ تحریر کیا ہے اس کا ماخذ کیا ہے؟ یہاں اس امر کا اعتراف ناگزیر ہے کہ کہ قدیم زمانے کے مفسرین ہوں یا تذکرہ نگاران، ملفوظات کے جمع کنندگان ہوں یا سلف صالحین کے سوانح نگاران "کہتے ہیں" " لوگوں کا بیان ہے" " سنتے آئے ہیں" "کتابوں میں تو نہیں دیکھا مگر بزرگوں سے سنا ہے" جیسے الفاظ لکھ کر" عجیب وغریب واقعات وحادثات" کا ذکر کرجاتے ہیں، ان کے زمانے کے لوگ نہ تو اُن سے ان کا ماخذ دریافت کرتے نہ ہی عجیب وغریب" واقعات وحادثات" کو عقل وخرد کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کرتے۔ صرف "خوش عقیدگی" کا مظاہرہ کرتے ہوئے درج بالا قبیل کے" بزرگوں" کی باتوں پر آنکھیں بند کرکے یقین کرلیتے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ معین الدین فراہی ہروی نے اپنی" تفسیر" میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس کو آج

---

[1] تمام آیتوں کے ترجمے معین الدین فراہی ہروی کے فارسی ترجمے کے مطابق ہیں۔

تک تنقیدی نگاہ سے دیکھنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ اِس اعتراض کے باوجود ہم کو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ آدمی خواہ کتنا ہی الفاظ کے توتا مینا اڑانے والا اور بات میں کلی پھندنے لگانے والا کیوں نہ ہو صد فی صد کوئی بھی بات اپنی طرف سے گھڑ کر نہیں لاتا، اُس کی "گپ" کی بھی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کے عوام میں رائج کسی بے بنیاد اعتقاد کو اس طرح الفاظ کا جامہ پہنا دیتا ہے کہ وہ حقیقت نما بن جاتا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو محسوس ہوگا کہ معین الدین فراہی ہروی کے عہدِ حیات میں "آثارِ نبوت" اور اُن کے جنت سے لائے جانے کا کوئی نہ کوئی تصور کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہوگا جس کو معین الدین فراہی ہروی نے یہ شکل دے دی ہے۔ اگر نویں صدی ہجری کے مروّجہ دینی علوم کے تمام آثار کی چھان پھٹک کی جائے تو شاید ہم کو اس بات کا علم ہو سکے کہ معین الدین فراہی ہروی نے "آثارِ نبوت" کے جنت سے لائے جانے کا "واقعہ" کہاں سے اخذ کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا نارِ نمرود میں ڈالے جانے کا واقعہ کلام اللہ میں صراحتاً بیان کیا گیا ہے جس میں اس واقعے کی اِس حد تک تفصیل دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانوں کے لیے کافی و شافی تھی۔ اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ معین الدین فراہی ہروی نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو "برہنہ" کرنے کا واقعہ کہاں سے نقل کیا؟ ہم اپنے محدود علم کے باوجود جرأت کر کے کہہ رہے ہیں کہ جتنی فارسی اور اردو تفسیریں ہماری نظر سے گزری ہیں اُن میں سے کسی ایک میں بھی اِس بات کا تذکرہ نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو آگ میں ڈالنے سے پہلے اُن کو بے لباس کر دیا گیا ہو۔ سوچنے کی بات ہے کہ جو قادرِ مطلق براہِ راست آگ کو سرد ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گزند نہ پہونچانے کا حکم دے کر اس پر عمل کرا سکتا ہے وہ ایک پیرہن کا وسیلہ کیوں اختیار کرنے لگا؟

اِسی طرح عید کے دن کے کوائف کی معین الدین فراہی ہروی نے جو تصویر کشی کی ہے وہ یکسر خیالی ہے۔ اس تحریر سے علم ہوتا ہے کہ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب حضرت یوسف علیہ السّلام کا سِن صرف بارہ برس کا تھا، بقول مفسّر حضرت یعقوب ؑ اُن کو اتنا عزیز رکھتے کہ اُن کو اپنے حجرے کے دروازے کے باہر بھی نکلنے نہ دیتے تھے۔ یہ "واقعہ" جس انداز سے بیان ہوا ہے وہ خود اِس بات کا شاہد ہے کہ جب یہ باتیں ہوئی

تھیں اُس وقت دونوں باپ بیٹوں کے علاوہ کوئی اور وہاں نہیں تھا اس لیے یہاں بھی منطقی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنے قدیم زمانے کی باپ بیٹے کی گفتگو ۹۰۸ھ میں اس دنیا کو خیرباد کہنے والے معین الدین فراہی ہروی تک کیسے پہونچی ؟ بہر حال درج بالا طول طویل "تفسیر" میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اُس کا بہت بڑا حصہ ناقابل اعتبار ہے۔ اس تفسیر کا مطالعہ یہ جاننے کے لیے ضرور کرنا چاہیئے کہ ہمارے واعظین کیا کیا "ارشاد" فرماتے رہے ہیں۔

معین الدین فراہی ہروی نے گذشتہ سطور میں نقل کی گئی اپنی طویل "تفسیر" تحریر کرنے کے بعد تفسیر میں درج آیاتِ کریمہ سے جو "لطایف واشارات" اخذ کئے ہیں اُن سے اپنے قارئین کو روشناس نہ کرانا "ناقابلِ معافی جرم" ہوگا اس لیے ہم ذیل میں اُن کے اخذ کردہ لطایف واشارات بھی نقل کیے دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ معین الدین فراہی ہروی کی تفسیر کی "جان" یہی لطایف واشارات ہیں۔

"قولہ تعالیٰ "قَالُوا یَا اَبَانَا مَالَکَ لَاتَاْمَنَّا عَلٰی یُوسُفَ، مفسران می گویند کہ این کلمہ بر سبیل عتاب از ایشان بہ نسبت با پدر ورود یافتہ، و مقاتل مفسر می گوید : کہ درین آیہ تقدیم و تاخیر یست، تقدیر چنین می شود کہ ایشان گفتند "یَا اَبَانَا مَالَکَ لَاتَاْمَنَّا" و بہ بعضی روایات آنکہ چند نوبت از پدر استدعای این امر نمودہ بودند و مقرون بہ اجابت نہ گشتہ بود، این نوبت بر سبیل عتاب بہ این خطاب تکلم نمودند. قولہ تعالیٰ" اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا نَرْتَعْ وَ نَلْعَبْ" این جا پنج قرارت است۔ ابن کثیر نَرْتَعِ بہ نون و کسر عین خواندہ از "ارتعا" بمعنی محافظت" ای نتحارس ونحفظ بعضنا بعضا" و "یلعب" بہ "یا" نیز می خواند، اسناد بہ یوسفؑ، یعنی محافظت اموال وحراست یکدیگر می کنیم ویوسفؑ بہ نشاط ولعب مشغول باشد کہ او خورد سال و در طلب ابتہاج احوال است"

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد " سب نے کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسف کے بارے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے۔[1]" مفسروں کا قول ہے کہ

---

[1] ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی۔

یہ جملہ اپنے والد پر اُن لوگوں کے غصّے کی بنا پر ادا ہوا تھا۔ مفسر مقاتل کا ارشاد ہے کہ اس میں ایک تقدیم و تاخیر[1] ہے۔ اس میں تقدیر (پوشیدہ مفہوم) یہ ہے کہ ان لوگوں نے کہا ——— "ابا اِس کی کیا وجہ[2] ہے!"

بعض روایتوں کے مطابق چونکہ اُن لوگوں نے اس بات کی کئی مرتبہ اپنے والد سے درخواست کی تھی جو قبول نہیں ہوئی تھی، اِس بار اُن لوگوں نے غصہ کے طور پر اِس طرح گفتگو کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "آپ اِن کو کل کے روز ہمارے ساتھ بھیجئے کہ ذرا وہ کھادیں اور کھیلیں[3]"۔ اِس کی پانچ قرائتیں ہیں (یعنی لوگ اِس کو پانچ طرح سے پڑھتے ہیں) ابن کثیر نے اِس کو ارتعا بہ معنی حفاظت (کی رعایت سے) نَرتعِ ن (پر زبر) اور ع کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی ہم میں سے بعض، بعض (مراد ایک دوسرے) کی حفاظت اور نگرانی کریں گے اور یَلعَب کو یوسف سے نسبت دیتے ہوئے "ی" سے بھی پڑھا ہے۔ یعنی (انھوں نے کہا) مال کی حفاظت اور ایک دوسرے کی رکھوالی ہم کریں گے اور یوسف نشاط و لعب میں اس لیے مشغول رہے گا کہ وہ کم سن ہے اور خوشی کے ماحول کی تلاش میں رہتا ہے)

"نافع ہر دو رابہ "یا" می خواند بکسر عین تاہم ارتعا وہم لعب مستند بہ یوسف باشد، یعنی گاہی بہ ما موافقت نمودہ برعی مواشی ومحافظت آن اشتغال نماید، وگاہی کہ از آن خاطرش راملال گیرد بلعب و نشاط رفع ملال خود نماید، ابوعمر ابن عامر ہر دو رابہ نون خواندہ اند بجزم عین" نرتع " واسناد ہر دو بر جمع کردہ اند۔ واز ابن اعرابی منقول است کہ گفت: مراد از رتع اینجا اکل است یعنی با یکدیگر طعام بگشائش وتوسع بخوریم و" یلعب" ونشاط خاطر او راخوش داریم۔"

---

[1] تقدیر (؟)

[2] ترجمہ مولانا تھانوی [3] ایضاً

(نافع ہر دونوں (الفاظ) کو "ی" سے عین کے زیر کے ساتھ
پڑھتے ہیں تاکہ ارتعا اور لعب دونوں کا اشارہ یوسفؑ کی طرف ہو۔
یعنی کبھی تو وہ ہمارا ساتھ دیتے ہوئے مویشیوں کی نگرانی اور حفاظت
کے کام میں مشغول رہے اور جب کبھی اُس کو اِس کام سے اکتاہٹ
ہو تو کھیل کود کے ذریعے اپنی اکتاہٹ دور کرے۔ ابو عمر اور ابن علم
نے ہر دو (الفاظ) کو نون سے عین پر جزم کے ساتھ نَرتَع پڑھا ہے
اور اس سے دونوں (الفاظ) کے جمع ہونے پر استناد کیا ہے۔ ابنِ
اعرابی سے منقول ہے۔ اِس جگہ رتع سے مراد کھانا ہے یعنی ہم
ایک دوسرے کے ساتھ خوش دلی اور بے تکلفی کے ساتھ
کھائیں اور "یلعب" (سے مراد یہ ہے کہ) ہم اُس کی طبیعت کو خوش رکھیں)

"ازابی عمرو قاری سوال کردند کہ لہو و لعب مناسب مرتبۂ نبوت
نیست بچہ معنی اسناد آن تجویز نمودہ اند۔
جواب گفت ایشان ہنوز در سلک انبیاء منخرط نہ بودند و این
نوع معاملات سابقاً، در نبوت لاحقا، قادح نیست۔
و بعضی دیگر گویند کہ آن لعب ایشان از جملہ مباحات بودہ
است و یا بعضی تخصیص باستباق نمودہ اند و دلیل آنکہ نزد پدر چنین
عذر گفتہ اند کہ: "اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا" و استباق
ازبرائے ممارست در مقاتلہ و محاربہ با کفار از جملہ طاعا تست، و
لیکن ایشان تعبیر بہ لعب ازبرای آن کردند کہ صورتِ آن بلعب
مشابہتی دارد۔" و قال النبی لیس من اللہو ثلاثۃ ملاعبۃ الرجل با مرأتہ
و رمیۃ السہم عن القوس و تادیب فرسہ و کان رسول اللہ یسابق
عائشہ بالاقدام"۔ کذا فی التیسیر"۔
(ابو عمرو قاری سے لوگوں نے پوچھا کہ کھیل کود نبوت کے
شایانِ شان نہیں ہے کس وجہ سے لوگوں نے اِس (لہو و لعب)
کا انتساب (حضرت یوسفؑ سے) روا رکھا؟

انھوں نے جواب دیا کہ وہ (حضرت یوسفؑ) اُس وقت تک نبیوں کے زمرے میں شامل نہ ہوئے تھے اور اس طرح کے پہلے کے معاملات (یعنی لہو ولعب) بعد کی نبوت کی قدح (مذمّت) کرنے والے نہیں ہوتے۔

اور کچھ دوسرے لوگوں کا قول ہے کہ اُن کا کھیل کود مباحات میں سے تھا، کچھ دوسرے لوگوں نے اِس (کھیل کود) کو مسابقہ و مقابلہ کرنے سے مخصوص کیا ہے اور اس کی دلیل یہ (دی) ہے کہ اُن لوگوں نے اپنے والد کے سامنے یہ عذر کیا ہے "کہنے لگے اَبا ہم سب تو آپس میں دوڑنے میں لگ گئے اور یوسف کو ہم نے اپنی چیزوں کے پاس چھوڑ دیا"[1] کفار سے لڑائی اور خوں ریزی کرنے کے لیے سبقت لے جانے کی مشق (اللہ کی) اطاعات میں سے ایک اطاعت ہے لیکن ان لوگوں نے مسابقہ کو کھیل کود سے اس لیے تعبیر کیا کہ اُس کی صورت کھیل کود سے متشابہت رکھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین چیزیں لہو نہیں ہیں، آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ ملاعبت کرنا، کمان سے تیر اندازی کرنا اور اپنے گھوڑے کو تربیت دینا" اور جیسا کہ تیسیر میں ہے رسول اللہؐ عائشہؓ کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا کرتے تھے۔)

"قراءت چہارم: اہلِ کوفہ ہر دو را بیا خواندہ اند بجزم عین یرتع منسوب بہ یوسف"

(چوتھی قراءت، کوفہ کے لوگوں نے ہر دو (الفاظ) کو "ی" سے پڑھا ہے اور عین پر جزم تصور کیا ہے اور یرتع کو یوسفؑ سے منسوب کیا ہے۔)

"قراءت پنجم: "یرتع" بیا و "نلعب" بنون، یعنی کہ یوسفؑ برعیِ

---

[1] ترجمہ مولانا تھانوی (ایک طباعت میں چیزوں کی جگہ چیز بیست شائع ہوگیا ہے)

مواشی اقدام نماید والیشان بہ لعب پردازند واین قرارت بہ غایت بعید است، کذا فی المفاتیح "

(پانچویں قرارت "یرتع" ی سے اور "نلعب" نون سے، یعنی یوسف مویشیوں کی نگرانی کا اقدام کریں اور وہ لوگ کھیل کود میں مشغول ہو جائیں اور یہ قرارت بہت بعید (از قیاس) ہے، یہی مفاتیح میں لکھا ہے)

"ودر بعضی از تفاسیر آوردہ اند کہ چون برادران گفتند کہ یوسف را بما بفرست تا سیر کند وبہ لہو ولعب ونشاط برآساید ساعتی دل ویرا خوش داریم وبادی بازی وتماشا کنیم وودر دشت وصحرا چرا نمائیم، یعقوب گفت اگر از بہر کارش می برید کودک است ومرد کار نیست واگر از بہر بازی می برید در بازی ہیچ چیز نیست، بازی کردن کار نادانا نست "فَذَرْہُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا" وچرا کردن فعل ستواران است "يَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ" وہر کرا کار چون نادانان وفعل، چون فعل ستوران بود فردا بی شبہ از کار وکردار خود پشیمان بود"

(اور بعض تفسیروں میں بیان کیا گیا ہے کہ جب (حضرت یوسف کے) بھائیوں نے کہا کہ یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تا کہ وہ سیر وتفریح کرے اور کھیل کود اور خوشی وخرمی سے آسودہ ہو۔ کچھ دیر ہم اس کا دل خوش کریں اور اُس کے ساتھ کھیلیں کودیں اور جنگل بیابان میں (مویشیوں کو) چرائیں۔ یعقوب نے فرمایا اگر تم لوگ اُس کو کسی کام کے لیے لے جا رہے ہو تو وہ بچہ ہے کام کرنے والا مرد نہیں ہے اور اگر کھیل کود کے لیے لے جا رہے ہو تو کھیل کود میں کچھ نہیں رکھا ہے، کھیلنا کودنا نادانوں کا کام ہے "آپ ان کو اسی شغل وتفریح میں رہنے دیجئے"[۱] اور چرنا گھوڑوں کا کام ہے "وہ اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں[۲]"

۱-۲ ترجمہ مولانا تھانوی۔

اور ہر وہ شخص جس کا کام ناداتوں جیسا اور فعل جانوروں جیسا ہوتا ہے وہ آنے والے کل کو بلاشبہ اپنے کام اور عمل پر پشیمان ہوتا ہے۔)

درج بالا اقتباس کے مطالعے سے اس بات کا بخوبی علم ہوجاتا ہے کہ معین الدین فراہی ہروی کا علم کس قدر متبحر تھا اور وہ علوم القرآن کے مختلف موضوعات پر کتنی مضبوط گرفت رکھتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے زمانے کی مروّجہ عربی اور فارسی تفسیروں کا غائر نظر سے مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ علم القرأت کا بھی گہرا مطالعہ کیا تھا۔ علاوہ بریں درج بالا اقتباس کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معین الدین فراہی ہروی کا حافظہ انتہائی قوی تھا۔ اُن کے عہدِ حیات میں چھاپہ خانے کا وجود نہ تھا اور تمام کی تمام تصانیف قلیل تعداد میں مخطوطوں کی شکل میں شہروں شہروں اور ملکوں ملکوں بکھری رہتیں۔ اس زمانے میں اگرچہ شاہی اور شخصی کتب خانے وجود میں آچکے تھے مگر ایسے کتب خانے ناپید تھے جن تک ہر کس و ناکس کی پہونچ ہوتی۔ اس لیے علمی کام کرنے والوں کو بیشتر علمی مسائل اور اپنے پیشروؤں اور معاصرین کے افکار و آرا کو اپنے ذہن کے نہاں خانے میں محفوظ رکھنا ہوتا اور تصنیف و تالیف کا فریضہ انجام دیتے وقت اُن افکار و آرا کو نہاں خانے سے نکال کر علمی دنیا کے سامنے بطور شاہد پیش کرنا ہوتا۔

یرتع اور نرتع۔ یلعب اور نلعب کے اختلاف قرأت پر معین الدین فراہی ہروی نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ اُن کی ذہنی اپج نہیں ہے۔ انھوں نے حوالے کے طور پر نافع کا نام لیا ہے۔ معین الدین فراہی ہروی اور نافع کے درمیان جو بُعدِ زمانی ہے وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ معین الدین فراہی ہروی تک نافع کی قرأت متعدد سینوں اور سفینوں سے گزرتی ہوئی آئی ہوگی۔ اگر اُن کی تحریر میں ماخذ کا حوالہ ہوتا تو صحیح صورتِ حال کو سمجھنے میں آسانی ہوتی۔ اس اشکال کے باوجود یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جائے گی کہ معین الدین فراہی ہروی اپنے پیشروؤں کے تفسیری اور علمی کارناموں سے نہ صرف بخوبی واقف تھے بلکہ اپنے مواعظ اور تصانیف میں اُن سے استفادہ بھی کرتے اور شاذ و نادر اپنے ماخذ کی بھی نشاندہی کرجاتے جیسے درج بالا اقتباس میں 'تیسیر' اور 'مفاتیح' کا حوالہ دیا گیا ہے۔

گزشتہ سطور میں لطائف و اشارات کا جو اقتباس نقل کیا گیا تھا اس کے سرسری مطالعے کے بعد لطایف و اشارات کا بقیہ حصہ بھی ذیل کی سطور میں نقل کیا جاتا ہے جس سے معین الدین فراہی ہروی کے اندازِ تفسیر نگاری کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور شاید یہ عقدہ بھی حل ہو سکے کہ وہ لطائف و اشارات لکھنے کا التزام کیوں کرتے ہیں؟

"حکایت: آوردہ اندکہ ابراہیم بن ہشام ہمراہ استادِ خویش شیخ عبداللہ مغربی بہ صحرا بیرون شدند، بر کنار مرغزاری بنشستند و نظارہ آثار صنعِ الٰہی جلّ و علا می نمود، ابراہیم دست فرا برد و گیاہی از زمین برکند وساعتی در دست گردانید، و بعد از آن بینداخت، شیخ فرمود ای ابراہیم آنچہ کردی بر سبیل رسم و عادت کردی و در این ساعت پنج خطا از تو بہ صدور پیوست، گفت ای شیخ آن کدام است۔ گفت: یکی آن کہ مسبّحی را از تسبیح باز داشتی دوم آن کہ تن را ببازی ولعب ساعتی باز گذاشتی، سیم آنکہ دیگری را باین معاملہ راہ گشادی چہارم آن کہ بی عبرتی برداشتی، پنجم بی حجتی بینداختی، اکنوں کسی کہ بہ یک از وی پنج خطا در وجود آید قابلیت صحبت ندارد و از من مفارقت نمای۔ باین مقدار عمل یک سالش از صحبت خویش مہجور گردانید و از بساط مجلس خودش دور ساخت"

(لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ابراہیم بن ہشام اپنے استاد عبداللہ مغربی کے ساتھ جنگل کی طرف گیا۔ وہ لوگ ایک سبزہ زار میں بیٹھ گئے اور بزرگ و برتر اللہ تعالیٰ کی صنعت کا نظارہ کرنے لگے۔ ابراہیم نے ہاتھ بڑھا کر ایک گھاس اکھاڑ لی، کچھ دیر اُس کو اپنے ہاتھ میں گھمایا اور پھر پھینک دیا۔ شیخ نے فرمایا تو نے جو کچھ کیا وہ رسم اور عادت کے مطابق کیا اور اس ایک گھڑی میں تجھ سے پانچ غلطیاں سرزد ہوئیں۔ ابراہیم نے پوچھا وہ کون سی (غلطیاں) ہیں۔ شیخ نے جواب دیا پہلی یہ کہ تو نے ایک تسبیح پڑھنے والے کو تسبیح پڑھنے سے روک دیا۔ دوسری یہ کہ تو نے اپنے جسم کو ایک گھڑی کے لیے لہو و لعب میں (مصروف

رہنے کے لیے) چھوڑ دیا، تیسری یہ کہ تو نے دوسروں کے لیے اس طرح کے کام کا راستہ کھولا۔ چوتھی یہ کہ تو نے بے عبرتی کو اختیار کیا (یعنی عبرت حاصل کرنے کے خلاف کام کیا) پانچویں یہ کہ تو نے بے دلیل کام کرنے کی رسم ڈالی۔ وہ شخص جو کہ ایک گھڑی میں پانچ پانچ غلطیوں کا مرتکب ہو صحبت کے لائق نہیں ہے۔ تو مجھ سے جدا ہو جا۔ اتنے سے عمل پر انھوں نے اس کو اپنی صحبت سے ایک سال کے لیے الگ کر کے اپنی مجلس کی چٹائی سے دور کر دیا)

"موعظہ۔ ای درویش ہر مباح کہ بر سبیل غفلت در وجود آید صحبت مخلوق را نشاید۔ کسی کہ اکثر عمر در لہو و لعب بلکہ بہ فسق و فجور گزرانیدہ، وصال حضرت جلال احدیت جل و علا را کی شاید، قولہٗ تعالیٰ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ۔ حضرت یعقوب در عذر خویش تمہید دو مقدمہ فرمود یکی اظہار حزن خویش در مفارقت فرزند و بی صبری در جدائی وی اگرچہ ساعتی باشد و دیگر خوف آنکہ مبادا درا مسابلہ نمودہ از حال او غافل شوند و گرگ او را بخورد و علماء را در سبب دارین خوف دو قول است۔ قولی آن است کہ در آن صحرا گرگان بسیار می بودند و بہ مواشی و اطفال تعرض می نمودند سبب خوف آن حضرت این بود"

(وعظ: اے درویش ہر وہ مباح جو کہ غفلت کی وجہ سے عالمِ وجود میں آتا ہے (اس کا کرنے والا) مخلوق کی صحبت کے لائق نہیں، وہ شخص جس نے اپنی اکثر عمر لہو و لعب بلکہ فسق و فجور میں گزاری ہو وہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے لائق کب ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "(یعقوب نے) فرمایا کہ مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ اس کو تم لے جاؤ اور میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جائے"[1] حضرت یعقوب نے اپنے عذر میں دو مقدمات کی تمہید (بیان) فرمائی

---

[1] ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی

ہے۔ ایک تو بیٹے کی جدائی پر اپنے غم اور اپنی بے صبری کا اظہار، چاہے وہ لمحاتی جدائی ہی کیوں نہ ہو اور دوسرے یہ خوف کہ کہیں وہ لوگ اُن سے لاپرواہی برتتے ہوئے غافل ہو جائیں اور بھیڑیا اُن کو کھا جائے (حضرت یعقوبؑ کے) اس خوف کی وجہ کے بارے میں علمار کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اُس جنگل میں بھیڑیئے بہت تھے وہ بچوں اور مویشیوں پر حملہ آور ہوتے حضرت یعقوب کے خوف کی وجہ یہ تھی)

"قولِ دیگر مروی از ابن اسحٰق و ابن عباسؓ[1] است کہ یعقوبؑ این سخن از برای آن گفت کہ در واقعۂ دیدہ بود کہ خود بر سرِ کوہی ایستادہ و یوسفؑ در بطن وادی و دہ گرگ بقصد وی گرد وی درآمدہ ہر چند یعقوبؑ می خواست کہ از آن کوہ فرود آید و دفع آن گرگان کند نہ توانست و راہ فرود آمدن بر وی مسدود گشت، بعد آزان کہ از رہانیدن یوسفؑ از آن گرگان نومید شد دید کہ آن گرگ بزرگ تر مر یوسف را در حمایت خویش گرفت و از آن گرگان دیگر او را باز ستاند، ناگاہ زمین منشق گشت و یوسف بدان شگاف فرو رفت و بعد از سہ روز از آنجا بیرون آمد یعقوبؑ بہ ہول تمام چون از خواب درآمد، یوسفؑ را در کنار خود دید از کمال ابتہاج گفت الحمد للہ کہ این واقعہ در خواب روی نمود نہ در بیداری۔ امید واثق کہ عاقبت این رویا بہ خیر انجامد ولیکن تعبیر این واقعہ بغایت محزون و مجروح بود۔"

(ابن اسحٰق اور ابن عباسؓ سے مروی دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے یہ بات اس لیے کہی کہ انھوں نے (عالم بیداری میں) تصور میں یہ دیکھا تھا کہ وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہیں اور یوسفؑ وادی کے بیچ میں (ہیں) اور دس بھیڑیئے ان کو مار ڈالنے کے

---

[1] پہلے ابن عباسؓ کا نام آنا چاہیے پھر ابن اسحٰق کا۔

ارادے سے اُن کے گرد آ گئے ہیں (حضرت) یعقوبؑ بہت چاہتے ہیں کہ اس پہاڑ سے اتریں اور ان بھیڑیوں کو بھگا دیں، وہ ایسا نہ کر سکے اور ان کی نیچے آنے کی راہ بند ہوگئی۔ اس کے بعد جب وہ (حضرت) یوسفؑ کو چھٹکارا دلانے سے ناامید ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ ان بھیڑیوں میں جو سب سے بڑا تھا اُس نے (حضرت) یوسفؑ کو اپنی حمایت میں لے لیا اور اُن کو اُن بھیڑیوں سے اُس نے چھین لیا۔ دفعتاً زمین پھٹ گئی اور یوسفؑ اسی شگاف میں نیچے چلے گئے اور تین دنوں کے بعد اُس میں سے باہر آئے (حضرت) یعقوبؑ اپنی تمام گھبراہٹ کے ساتھ جب جاگے تو انھوں نے (حضرت) یوسفؑ کو اپنے پہلو میں دیکھا انھوں نے کمالِ مسرت کے عالم میں الحمدللہ کہا کہ یہ واقعہ بیداری میں نہیں خواب میں دکھائی دیا یقین کامل ہے کہ اس خواب کا انجام بخیر ہوگا لیکن وہ اِس خواب کی تعبیر سے انتہائی غمگین اور دل شکستہ تھے۔)

"امّا ابن عباس تعبیر چنین فرمود کہ آن کوہ بلند حال یعقوب بود و آن دہ گرگ اشارہ بہ برادران بود کہ قصد یوسفؑ کردہ بودند و آن گرگ مہین اشارہ بہ یہودا بود کہ یوسفؑ را از دست دیگر برادران ستایندہ از قتل برہانید و آن زمین شگافتہ چاہی بود کہ یوسفؑ را در درون خویش جا داد"

(لیکن (حضرت) ابن عباسؓ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ وہ بلند پہاڑ (حضرت) یعقوبؑ کا حال تھا اور وہ دس بھیڑیے جنھوں نے (حضرت) یوسفؑ کو مار ڈالنے کا ارادہ کر رکھا تھا اُن کے بھائیوں کی طرف اشارہ تھا اور وہ سب سے بڑا بھیڑیا اشارہ تھا یہودا کی طرف جس نے (حضرت) یوسفؑ کو دوسرے بھائیوں کے ہاتھوں سے چھین کر قتل سے بچا لیا تھا اور وہ پھٹی ہوئی زمین، وہ کنواں تھا جس نے (حضرت) یوسفؑ کو اپنے اندر جگہ دی)

"و از ابن عباسؓ پرسیدند تا ویل این خواب یعقوب را معلوم بود

یانی ؟ فرمود: معلوم بود، گفتند پس چرا یوسف را به ایشان سپرد ؟
ابن عباس گفت " اما سمعتم اذا جاء القضاء عمی البصر" ."

(لوگوں نے (حضرت) ابن عباسؓ سے پوچھا کہ (حضرت) یعقوبؑ کو اس خواب کی تعبیر معلوم تھی یا نہیں ؟ انھوں نے فرمایا: معلوم تھی ۔ لوگوں نے کہا پھر انھوں نے (حضرت) یوسفؑ کو اُن (بھائیوں) کے سپرد کیوں کیا ؟ ابن عباسؓ نے جواب دیا: تم نے سنا نہیں جب قضائے الٰہی آجاتی ہے تو انسان اندھا ہو جاتا ہے ۔)

"سوال ۔ یوسفؑ برادران را در واقعہ بہ صورت کواکب دید کہ" اِنِّی رَاَیتُ اَحَدَعَشَرَ کَوْکَباً ۔ وحضرت یعقوبؑ بہ صورت گرگان دید حکمت درایں چہ بود ؟"

(سوال ۔ (حضرت) یوسفؑ نے خواب میں اپنے بھائیوں کو ستاروں کی شکل میں دیکھا "میں نے گیارہ ستاروں کو دیکھا" اور حضرت یعقوبؑ نے بھیڑیوں کی شکل میں ۔ اس میں کیا حکمت تھی)

"جواب ۔ آنست کہ یعقوبؑ ایشا نرا بخواب در صفت اضمار معصیت دید لاجرم بصورتِ گرگ درندہ بوی نمودند ویوسفؑ ایشانرا بخواب درصفت استغفار وانابہ دید لاجرم بصورت ستارۂ درخشندہ بوی نمودند"

(اس کا جواب یہ ہے کہ (حضرت) یعقوبؑ نے خواب میں ان لوگوں کو گناہوں کو چھپائے رکھنے کی صفت کا حامل دیکھا اس لیے اللہ نے (حضرت) یعقوبؑ کو برادرانِ یوسفؑ کو پھاڑ کھانے والے درندوں کی شکل میں دکھلایا اور (حضرت) یوسفؑ نے (اپنے بھائیوں) کو توبہ واستغفار کرنے والوں کی صفت کا حامل دیکھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے (حضرت یوسفؑ کو خواب میں) ان لوگوں کو ستاروں کی شکل میں دکھلایا ۔)

"اشارہ ۔ یعقوب دو عذر گفت یکی در مفارقت یوسف اندوہِ خود

راو دیگری آنکہ نباید کہ برادرانِ غافل شوند و یوسفؑ را گرگ بخورد و این ہر دو عذر مقوی از دیاد بلا و اشتداد ابتلای او آمد۔

اول چوں گفت "اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ" اظہار محبت خویش کرد بہ یوسفؑ و باین سخن نائرہ حسد ایشان در التہاب آمد و داعیۂ ایشان در افتراق یوسف مصمم تر گشت۔

دیگر فرمود! "اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ" ایشان ہم نمی دانستند کہ گرگ بخوردن آدمی مبادرت نماید، مدتی در این اندیشہ بودند کہ بہ چہ طور یوسف را بچاہ اندازند، و نزد پدر بہ چہ بہانہ تشبث نمایند چون از پدر این استماع نمودند، گفتند بہانہ یافتیم، یوسفؑ را در معرض تلف در آریم و بہانہ بر گرگ نہیم۔"

(حضرت) یعقوبؑ نے دو عذر کیے اول یوسفؑ کی جدائی میں اپنے رنج والم کا اور دوسرے یہ کہ ایسا نہ ہو کہ برادرانِ یوسفؑ غافل ہو جائیں اور یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جائے اور یہی دونوں عذر اُن پر نازل ہونے والی بلاؤں کی زیادتی اور اُن کی آزمائش کی سختی کا سبب بنے۔

(حضرت) یعقوبؑ نے جب پہلے یہ کہا کہ "مجھ کو غم ہوتا ہے اِس سے کہ تم اُس کو لے جاؤ" تو انھوں نے یوسف سے اپنی محبت کا اظہار کیا اور اس بات سے اُن (برادرانِ یوسفؑ) کی حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور (حضرت) یوسفؑ کو (اپنے والد سے) جدا کرنے کی اُن کی خواہش پختہ تر ہو گئی۔

دوسرے عذر میں فرمایا" اور ڈرتا ہوں اِس سے کہ کھا جائے اُس کو بھیڑیا" اُن لوگوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ بھیڑیا انسان کو کھانے کی طرف تیزی سے اقدام کرتا ہے، وہ لوگ دیر تک اِس فکر میں غلطاں و پیچاں رہے کہ کس طرح (حضرت) یوسفؑ کو کنویں میں پھینکیں اور اپنے والد کو کس بہانے سے یقین دلائیں۔ جب انھوں نے اپنے والد سے یہ سنا (کہیں بھیڑیا نہ کھالے) تو انھوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو

ایک حیلہ مل گیا ہم لوگ یوسف کو ختم کر دیں اور اس کا الزام بھیڑیے پر لگا دیں)
"کشف۔ واین چنانست کہ در مثل گویند" ذکرتنی الطعن وکنت ناسیا"
و در خبر است از محمد مصطفیٰ (ص) کہ فرمود " لاتلقنوا الناس الکذب فیکذبوا
فانّ بنی یعقوب لم یعلموا ان الذئب یاکل الانسان فلما لقّنہم انی اخاف
ان یاکلہ الذئب قالوا اکلہ الذئب"

(کشف) اور یہ بات ایسی ہی ہے کہ مثل میں کہتے ہیں "تم نے مجھے طعن یاد دلایا جب کہ میں بھولا ہوا تھا" اور حدیث میں ہے کہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "لوگوں کو جھوٹ کی تلقین نہ کرو ورنہ وہ جھوٹ ہی بولیں گے کیونکہ یعقوبؑ (علیہ السلام) کے بیٹے نہیں جانتے تھے کہ بھیڑیا انسان کو کھاتا ہے جب یعقوبؑ (علیہ السلام) نے انھیں بتایا کہ مجھے ڈر ہے کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا جائے گا تو اُن لوگوں نے کہا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا۔

" اشارہ: شیخ ابوعلی دقّاق گفت: یعقوب گفت: " اَخَافُ اَن یَّاکُلَہُ الذِّئبُ" گرگ را بر وی مسلّط کردند و اگر گفتی " اخاف اللہ تعالیٰ" ہم گرگ را از وی باز داشتی و ہم برادران را کید کردن نگذاشتی۔

دیگر گمان یعقوب آن بود کہ نگہبان فرزند خود او بود، لاجرم ترسید کہ چون از نزد وی غائب گردد در معرض تلف درآید بر ضمیر مبارکش حفظ الٰہی جلّ وعلا مکشوف گشتی و فرزند را تسلیم وی نمودی و استعانت وطلب حفظ از حضرت او کردی بداغ فراق فرزند مبتلا نگشتی"۔

(شیخ ابوعلی دقاق نے کہا، (حضرت) یعقوبؑ نے فرمایا "مجھے خوف ہے کہ کہیں بھیڑیا نہ کھا لے" اِس لیے اللہ نے بھیڑیے کو ان پر مسلّط کیا اگر وہ کہتے " اللہ کا خوف ہے" تو اللہ بھیڑیے کو بھی ان سے دور رکھتا اور برادرانِ یوسف کو بھی مکر کرنے کا موقع نہ دیتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ (حضرت) یعقوبؑ کا گمان تھا کہ وہ اپنے بیٹے کے نگہبان ہیں اس لیے بلاشبہ وہ اس بات سے ڈرے

کہ جب وہ اُن کے پاس سے ہٹ جائیں گے تو (حضرت) یوسفؑ معرضِ ہلاک میں پڑ جائیں گے۔ اگر اُن (حضرت یعقوبؑ) کے مبارک دل میں بزرگ و برتر اللہ کی محافظت کا خیال آتا اور اپنے بیٹے کو اس کے حوالے کر دیتے اور اسی سے اُن کی حفاظت اور مدد کی درخواست کرتے تو بیٹے کی جدائی کے داغ میں مبتلا نہ ہوتے۔)

"قولہ تعالیٰ" قَالُوا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخَاسِرُوْنَ"

برادران در جواب پدر گفتند کہ اگر چنانچہ گرگ یوسفؑ را تعرض رساند وحال آنکہ مادہ مرد قوی ہیکلیم و بحفاظت وی قیام می نمائیم آنگاہ از جملہ مغبونان باشیم"

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "(برادران یوسف) بولے، اگر کھا گیا اس کو بھیڑیا، اور ہم ہیں ایک جماعت قوت ور، تو ہم نے سب کچھ گنوا دیا"[1] برادران (یوسف) نے اپنے والد کے جواب میں کہا ہم دس قوی ہیکل لوگوں کے ہوتے ہوئے جو اس (حضرت یوسف) کی حفاظت پر کمر بستہ ہیں، اگر بھیڑیا اس کو کوئی نقصان پہنچائے تو ہم لوگ دھوکے میں رہنے والوں میں ہوں گے)

"بعد از برای تسلیٔ خاطر پدر تمہید مقدمات می نمودند و از جملہ آنہا یکی آن بود کہ گفتند یا نبی اللہ گرگ درمیان ما چگونہ تواند آمدن و گستاخی نمودن وحال آنکہ شمعون درمیانِ ماست کہ چون غضبش مستولی گردد صیحۂ از وی بظہور آید کہ از ہیبت وصلابت آن زنانِ حامل بار بیفگنند و چون بخشم نعرہ برآورد مقرعۂ رعد آنجا طنین مگس انگبین نماید و چون صدائے صور وندای ناقور خفتگان بستر خاک را درحرکت واضطراب درآید۔ و برادر دیگر یہودا چون درغضب شود سباع بیابان را بہ شوکت بازو بدونیم بشگافد و بہ قوتِ دست از

---

[1] ترجمہ شیخ الہند

خرطومِ پیلِ غشوم بازوبند تواند ساخت، واز خامِ شیرِ دلیر وقتِ انتقام انبانِ استخوان تواند پرداخت، ماگروہی باشیم کہ اگر سایۂ شکوہ ما بر بیشۂ افتد شیرانِ آن بیشہ از آتشِ آن اندیشہ بر خود بلرزند و اگر ثعبان دمان بر سایۂ عصای ما بگذرد، ہیبت ما مہرۂ او را از قفا بدنبال او برون کشد، بہ این نوع سخنان خاطرِ پدر را تسلی می دادند و دمِ فسون در وی می دمیدند، تا پدر را از امتناعِ مطلق بجوازِ مقیدّ میل دادند۔"

(اس کے بعد برادرانِ یوسف نے اپنے والد کی تسلی کے لیے (حسنِ ترتیب) مقدمات کی ابتدا کی اُن میں سے ایک یہ تھا کہ اے اللہ کے نبی ہم لوگوں کے درمیان بھیڑیا کیسے آسکتا ہے اور (کیسے) جسارت کر سکتا ہے جب کہ شمعون ہم لوگوں میں شامل ہے جس پر جب غضب مسلط ہو جاتا ہے تو اس (کے منہ) سے ایسی ہنکار ظہور پذیر ہوتی ہے کہ اس کی کرختگی اور خوف سے حاملہ عورتوں کے حمل گر جاتے ہیں اور جب وہ غصّے میں نعرہ لگاتا ہے تو (اُس کے آگے) بادل کی گڑگڑاہٹ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ معلوم ہوتی ہے اور (اُس کا نعرہ) صور اور ناقور[1] کی آواز کی طرح زیرِ زمین بستر کرنے والوں (مُردوں) کو حرکت اور پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے اور ہمارا دوسرا بھائی یہودا جب غصّے میں آتا ہے تو اپنے بازوؤں کی قوت سے جنگل کے درندوں کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کر دیتا ہے۔ اور اپنے ہاتھوں کی قوت سے جنگی ہاتھی کے سونڈ کو اپنا بازوبند بنا سکتا ہے اور بدلہ لینے کے وقت دلیر شیر کی کھال سے ہڈیوں کو لے جانے کا تھیلا بنا سکتا

---

[1] صور اور ناقور دونوں مہیب آواز کے باجے ہیں، اِن میں فرق یہ ہے کہ زندوں کو موت کی نیند سلانے والا صور ہے اور مُردوں کو بیدار کرنے والا ناقور۔

ہے۔ ہم اُس گروہ کے لوگ ہیں کہ اگر ہماری دہشت کا سایہ جھاڑی پر پڑ جائے تو اُس جھاڑی کے شیر اُس کی آگ کے ڈر سے اپنے آپ ہی لرزنے لگیں اور پھنکارتا ہوا اژدہا ہماری لاٹھی کے سائے کے نیچے سے گزر جائے تو ہمارا خوف اُس کی گدّی سے مہرے کو باہر کھینچ پھینکے۔ اس طرح کی باتوں سے وہ لوگ اپنے والد کو تسلی دیتے رہے اور اُن پر جادو کی پھونک مارتے رہے یہاں تک کہ اپنے والد کے مطلق انکار کو مشروط اجازت میں تبدیل کر دیا (مطلب یہ ہے کہ کچھ شرطوں کے ساتھ اجازت حاصل کر لی۔)

اس سے پہلے بھی کہیں تحریر کیا جا چکا ہے کہ معین الدین فراہی ہروی بات میں سے بات نکالنے اور طول کلامی کے عادی ہیں اپنی اسی عادت کی وجہ سے وہ بہت سے مقامات پر ایسی چیزوں کو بیان کرنے میں الجھ جاتے ہیں جن کا موضوع زیر بحث سے دور دور کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ درج بالا اقتباس کی پہلی حکایت اس بات کا واضح ثبوت ہے۔ اس حکایت میں جن باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے وہ اپنی جگہ پر انتہائی اہم اور قابل توجہ ہیں کبھی کبھی انسان بے دھیانی میں عادتاً ایسے بظاہر بے ضرر کام کر جاتا ہے جو متعدد خرابیوں کو جنم دینے والا ہوتا ہے۔ یہ اخلاقی نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے مگر اس نکتہ کا زیر بحث آیت کی تفسیر سے کیا تعلق؟ مزید برآں اس حکایت کو تحریر کرنے کے بعد "موعظہ" کے عنوان سے جو نصیحت فرمائی گئی ہے اس کی ابتدائی سطریں بھی اسی قبیل کی ہیں۔ اِس کے علاوہ اِن سطروں کے بعد کلام اللہ کی جو آیت شریفہ نقل کر کے اپنی بات کو طول دینے کی کوشش کی گئی ہے اُس کا اِس موعظہ کی ابتدائی سطروں سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے، بات کی ابتدا فسق و فجور اور لہو و لعب کے بیان سے ہوتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص فسق و فجور اور لہو و لعب میں اپنی عمر کا بیشتر حصہ گزار دیتا ہے وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے وصال کے لائق کب ہو سکتا ہے معین الدین فراہی ہروی کی یہ بات اپنی جگہ درست مگر وہ اس کے فوراً بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام سے جدائی کے خیال سے اضطراب و بے چینی کا ذکر کر کے کیا کہنا چاہتے ہیں یہ بات بالکل واضح نہیں ہے

وہ فطری اضطراب اور بے چینی جو کہ باپ کے دل میں بیٹے کی جدائی کے خیال سے پیدا ہوتی ہے اُس کو دنیا کی کسی لغت کی رُو سے لہو و لعب کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ خدا جانے اس موعظ کے ذریعہ معین الدین فراہی ہروی اپنے قاری کو کس چیز کی تلقین کر رہے ہیں۔

"کشف" کے عنوان سے معین الدین فراہی ہروی نے جو حدیث نقل کی ہے ہم آنکھیں بند کر کے اُن کے لکھنے پر اعتماد نہیں کر سکتے، مجھے شبہ ہے کہ یہ حدیث وضعی ہے۔ اس شبہ کی وجہ یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ برادران یوسفؑ کو اس بات کا علم نہ ہو کہ بھیڑیا انسان کو کھا جاتا ہے یہ بات تو بچوں تک کو کسی نہ کسی ذریعے سے معلوم ہو جاتی ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ برادرانِ یوسفؑ جو بقول مفسر ذی شعور اور اپنے والد کو دلائل سے قائل کرنے والے معلوم ہوتے ہیں اِس مشہور اور عام طور سے جانے جانے والی بات سے ناواقف ہوں[1] اسی وجہ سے مجھ کو اس حدیث کی صحت پر شبہ ہوتا ہے اور گمان ہوتا ہے کہ یہ حدیث وضعی ہے۔ صحیح فیصلہ محدثین کرام ہی کر سکتے ہیں۔

درج بالا اقتباس میں معین الدین فراہی ہروی نے اشارہ کے عنوان سے شیخ ابوعلی دقاق کے جس قول کو نقل کیا ہے اُس کا ایک جملہ یہ ہے "گرگ را بَروِی مسلط کردند" یہ بیان سراسر خلافِ واقعہ ہے قرآن پاک صراحتًا تو کیا کنایتًا بھی کہیں بھیڑیے کے مسلّط ہونے کا ذکر نہیں کرتا۔ خدا جانے کیوں معین الدین فراہی ہروی نے شیخ ابوعلی دقاق کا یہ خلافِ واقعہ قول اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ اللہ کے کلام میں جس چیز کا کوئی ذکر نہ ہو اُس چیز کو کسی شیخ کے حوالے سے ہمارے مفسرین اپنی تفسیروں میں نقل کریں اور ہمیں اس کا احساس تک نہ ہو تو اِس سے بڑھ کر ہماری قرآن نافہمی کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

معین الدین فراہی ہروی کے اقتباس کے آخری حصّے میں برادرانِ یوسفؑ

---

[1] موجودہ توریت کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام نے سترہ سال کی عمر میں خواب دیکھا تھا۔ اُن کے سب بھائی بجز بن یمین عمر میں ان سے بڑے تھے۔ عقل باور نہیں کرتی کہ سترہ برس سے زیادہ عمر کے نوجوان یہ نہ جانیں کہ بھیڑیا انسان کو کھاتا ہے۔

میں سے دو شمعون اور یہودا کے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ کلام پاک میں برادران یوسفؑ میں سے کسی ایک کا بھی نام نہیں لیا گیا ہے ہمارے مفسرین کے یہاں ان کے جو نام ملتے ہیں وہ موجودہ توریت کے باب پیدائش سے مستعار لیے گئے ہیں۔ ممکن ہے برادران یوسف کے ناموں میں کوئی تحریف نہ ہوئی ہو اور واقعی حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے وہی نام رہے ہوں جو توریت میں درج ہیں۔ مگر معین الدین فراہی ہروی نے شمعون اور یہودا کی قوت و طاقت کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کا ماخذ نہ تو کلام پاک ہے اور نہ ہی کوئی مستند تاریخی تحریر۔ چونکہ معین الدین فراہی ہروی کے زمانے میں ماخذ کا حوالہ دینے کا عام رواج نہ تھا اس لیے انھوں نے بھی اپنے ماخذ کی کوئی نشاندہی نہیں کی ہے۔ گمان ہے کہ معین الدین فراہی ہروی نے جو کچھ لکھا ہے وہ اُن کے ذہن کا اختراع نہ ہوگا بلکہ کسی نہ کسی شکل میں انھوں نے یہ "روایت" سنی یا پڑھی ضرور ہوگی۔ معین الدین فراہی ہروی کا "کارنامہ" یہ ہے کہ انھوں نے اس میں کلی پھند نے لگا کر اس شکل میں تحریر کر دیا ہے، ایسی دور از کار اور غیر حقیقی باتوں کو کلام پاک کی تفسیر کا ایک جز نہیں مفسر کی "جولانیٔ طبع" سمجھنا چاہیے۔

معین الدین فراہی ہروی اپنے عہد کے مشہور کثیر التصنیف مصنّف ہیں۔ سیرۃ النبی کے موضوع پر اُن کی کتاب معارج النبوت اب سے پچاس ساٹھ سال پہلے تک ایک مخصوص حلقے میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ تفسیر کے فن میں اُن کی سورۂ فاتحہ کی تفسیر "اسرار الفاتحہ" یوں تو اب سے سوّ برس پہلے ہندوستان میں مطبع نولکشور سے شائع ہو چکی ہے۔ لیکن نہ جانے کیوں عام طور سے ایرانی مورخین ادب اِس کتاب سے اغماض برتتے رہے ہیں اور کسی قابلِ ذکر مصنف نے اُن کی اس کاوش کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ان کی تحریر کردہ تفسیر سورۂ یوسفؑ کا حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس کا ذکر ایرانی مورخین ادب کے یہاں مل جاتا ہے مگر افسوس ہے کہ کسی بھی ایرانی ادیب نے معین الدین فراہی ہروی کی اِس کاوش کا اب تک تحلیلی و تجزیاتی مطالعہ نہیں کیا ہے۔ جہاں تک ہندوستان کا سوال ہے یہاں کے لوگ اُن کی اس تفسیری کاوش

سے ایرانی طباعت کے ذریعے واقف ہوئے ہیں۔ اِس سے پہلے اس تفسیر کا ذکر اور کہیں نظر سے نہیں گذرا۔ علاوہ براین ان کی شاعری بھی ہمارے خصوصی مطالعے کی مستحق ہے۔ اُن کے سارے اشعار اُن کی نثری کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں افسوس ہے کہ اب تک کسی فارسی داں ادیب نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی ہے۔ اگر کوئی باہمت اُن کے اِن بکھرے ہوئے اشعار کو جمع کر دیتا تو نویں صدی ہجری کی فارسی شاعری کا ایک نمائندہ نمونہ ہمارے سامنے آجاتا۔

قدیم تصانیف خواہ وہ کسی زبان کی ہوں اور اُن کا موضوع خواہ کچھ ہو اپنے عہدِ تصنیف کی لسانی خصوصیات پر بہت اچھی روشنی ڈالتی ہیں اور انہی کے مطالعے کے ذریعے ہم اس عہد کی زبان کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتے اور اُس کی نحوی اور صرفی خصوصیات متعیّن کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ معین الدین فراہی ہروی کی نثری کاوشوں سے ہم اس طرح کا کوئی کام نہیں لے سکتے۔ اُن کی تفسیر سورۂ فاتحہ آدھی بلکہ شاید آدھی سے بھی زیادہ عربی میں ہے فارسی کا جو حصہ ہے اُس میں اشعار کا استعمال کثرت سے ہوا ہے اِن دونوں چیزوں کے بعد جو نثر باقی بچتی ہے وہ ایک رنگ و آہنگ کی نہیں ہے۔ یہی حال اُن کی زیرِ بحث تفسیر سورۂ یوسف کا بھی ہے۔ اس تفسیر میں اگرچہ عربی زبان کا عمل دخل نہ ہونے کے برابر ہے، مگر اس کی فارسی نثر انتہائی ناہموار ہے کہیں شعوری طور پر ادق عبارت لکھنے کا التزام تو کہیں اتنی سادہ نثر جو کسی علمی شہ پارے کے شایانِ شان نہیں ہوتی، کہیں نثری آہنگ کو شعری آہنگ کے ہم پلّہ بنانے کی کوشش، تو کہیں بے آہنگ عبارت لکھنے کا التزام۔ غرض کہ اس تفسیر میں جو مختلف طرزِ بیان ملتا ہے اس کی مدد سے ہم ان کی نثر نگاری کی خصوصیات کو اجاگر کرنے سے اپنے آپ کو قاصر پاتے ہیں۔ بہ ہر حال اس تفسیر کے مرتب ڈاکٹر سید جعفر سجادی نے کد و کاوش کے بعد اس تفسیر کے مخصوص کلمات و فقرات کی ایک فہرست شائع کی ہے اسی فہرست میں سے ہم کچھ کلمات و فقرات یہاں نقل کیے دیتے ہیں جن سے اتنا تو پتہ چل ہی جائے گا کہ معین الدین فراہی ہروی کے عہدِ حیات میں کس نوع کے کلمات و فقرات کا چلن تھا۔

آذر مزاج ۔ آئینۂ دیدہ ، انگشت ندامت ۔ بوتۂ مہر ۔ پردۂ خمولِ بستانِ فضل ۔ پلاس حواس ۔ پنجۂ بیماری ۔ تیر ہجر ۔ جویبار آمال ۔ خروس زرین جناح ۔ دانۂ تناسل ۔ دایۂ شیطان ۔ دستِ شہوت ۔ زندانِ رواں زندانِ جنبان ۔ سحابِ خمول ۔ سلیمانِ صبح ۔ شمشیرِ غیرت ۔ طبلِ ارتحال ۔ قارورۂ رحم ۔ کشتیٔ ندامت ۔ گریبانِ صبوری ۔ مشاطۂ رافت ۔ مہندسِ فطرت ۔ ہدفِ اجابت ۔

زیرِ نظر سورۂ یوسف کا اگر لسانی تجزیہ کیا جائے تو نویں صدی ہجری کی فارسی زبان بالخصوص ہرات اور نواحِ ہرات میں لکھی پڑھی اور بولی جانے والی فارسی زبان کے بارے میں بہت سے دلچسپ اور مفید انکشافات ہو سکتے ہیں ، لیکن چونکہ لسانی مطالعہ ہمارے موضوع سے خارج ہے اس لیے ہم اُس سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اپنی بات یہیں ختم کرتے ہیں ۔

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی کی ایک اہم پیشکش

مذہب کا اسلامی تصوّر

مولانا سلطان احمد اصلاحی

اس کتاب میں معاملاتِ دنیا سے مذہب کی بے دخلی کے تصور کو اس کے خاص تاریخی تناظر میں دیکھا گیا ہے ۔ کتاب کے پہلے باب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ چرچ کے ناقابلِ بیان مظالم کے نتیجے میں یورپ میں چرچ اور اسٹیٹ کی علیحدگی اور مسیحیت سے بے زاری کے ساتھ خود مذہب سے بے زاری پیدا ہو گئی تھی ۔ دوسرے باب میں قرآن اور سنت کی روشنی میں اسلام کے مطلوبہ تصورِ مذہب کو پورے شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۔

آفسٹ کی عمدہ طباعت ، صفحات ۵۹۱ ، قیمت مجلد صرف ۱۰۰ روپے

ملنے کے پتے
ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی ، پان والی کوٹھی ، دودھ پور علی گڑھ
مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز ، ابوالفضل انکلیو ، نئی دہلی ۲۵